

بزرگ اور ممتاز اصحاب فکر اور ارباب قلم میں سے تھے۔ جن کا مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ تھا، قوم و ملت کے لئے مصائب بھیلے اور مادی زندگی بے لوث خدمات میں خرچ کی، آج جو قوم آزادی کے نشہ میں مدہوش ہو کر اپنا تن من و دھن سب کچھ کھو چکی ہے، اپنے آپ کو اپنے دین و ثقافت کو اپنے تہذیب و تمدن کو فراموش کر چکی ہے، اپنے عزت نفس اور خودی کا سودا سر راہ یدرپ کے طوائف خانہ میں لگا چکی ہے اس قوم کی اکثریت اگر اپنے محسنوں کو بھول چکی ہو، اس قوم کے نوجوانوں کو اپنے بے لوث اور مخلص خادموں کے احوال و سوانح تک کا علم نہ ہو تو اس پر تعجب کیوں ہو۔ سچے خادموں کو قربانیوں کا صلہ زندگی میں نہیں ملتا، بناوٹ اور تصنع کے دور میں زندگی کی سیٹج پر بھی ایکڑوں اور نقالوں کا قبضہ ہو جاتا ہے، حقیقت پر دلوں میں مستور ہو جاتی ہے۔ شیر شکار کرتا ہے گیڈر اور ٹوٹیاں اس کا مزا اڑاتی ہیں، مگر یہ صلہ کیا کم ہے کہ زندگی اصول اور مقاصد کی راہ میں قربان کر دی جائے۔ جب مقاصد پاکیزہ اور بلند ہوں، نیت خالص اور عزائم بے لوث ہوں تو ایسے لوگ کبھی نہیں مرتے، آخرت کی ابدی زندگی ان کا استقبال کرتی ہے، دہاں حقیقت ہی حقیقت ہے، دہاں مصنوعی ایکڑوں اور نقالوں کے لئے جگہ نہیں، وہ تو ان لوگوں کی اقلیم سلطنت و فرمانروائی ہے جنہوں نے حق و صداقت کا بول بالا کیا اور جن کا وجود ابدی حقیقتوں کا مناد اور علمبردار رہا۔

یہ سطور لکھتے وقت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی دامت برکاتہم سرزمین پاکستان پر جلوہ افروز ہیں، اور ہم دل کی گہرائیوں سے ان کی خدمت میں مرجا اور خوش آمدید کہتے ہیں، حضرت قاری صاحب عالم اسلام کی قابل احترام شخصیت، علوم نبویہ کے جید عالم، حقائق اسلامیہ کے ترجمان اور خود اپنے اولوالعزم جد بزرگوار حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی کی حکمت قاسمیہ کے منظر اور امین ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تقریباً نصف صدی سے حضرت قاری صاحب عالم اسلام کی اس عالمی اور مرکزی نشر گاہ علوم رسالت دارالعلوم دیوبند کے مدیر ہیں جسکی حیثیت عالم اسلام کے لئے بمنزلہ قلب و روح ہے اور جس کا شریک و ہمسرا دارالعلوم دین کے تحفظ اور دینی اقدار کی اشاعت کے لحاظ سے اس وقت پورے عالم اسلام میں نہیں ہے۔ اپنی اس عالمگیر اور بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر دارالعلوم دیوبند صرف

ہندوستان کا نہیں پورے برصغیر اور پورے عالم اسلام کا مشترکہ اساسہ ہے، اور اس لحاظ سے حضرت قادی صاحب کی ذات پوری اسلامی دنیا کے لئے مایہ ناز اور تمام مسلمانوں میں لائق احترام ہے، پھر خوش قسمتی سے پاکستان جغرافیائی لحاظ سے برصغیر کا ایک اہم حصہ رہا، اور اس مرکز علمی سے سب سے زیادہ اور اس کے فیوضات سے براہ راست مستفید ہوتا رہا۔ اس ملک کی کیا بلکہ پورے برصغیر کے مسلمانوں کی اسلامی، دینی، علمی اور پھر سیاسی زندگی اس ادارہ اور اس کے اکابر کے سماعی کی رہیں منت رہی ہے، اس لئے بجا طور پر پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں دارالعلوم دیوبند اور لاکھوں افراد کے دلوں میں حضرت قادی صاحب اور دیگر اکابر دیوبند کے لئے بے پناہ جذبہ عقیدت و احترام پایا جاتا ہے۔ اور طبعی طور پر اس روحانی، علمی اور ثقافتی روابط کی بناء پر سب کے دلوں میں حضرت قادی صاحب کی زیارت اور ان کے فیوضات سے استفادہ کی ترغیب دہتی ہے، مگر اس دفعہ عقیدت مندوں کے اس شوق اور روحانی تعلق کو ہمارے ہاں جس بری طرح مجروح اور پامال کیا گیا اس پر یقیناً بھی افسوس کیا جائے کم ہے، پہلے تو ساہا سال سے حضرت کے متوسلین اور اعزہ واقارب کی کوششوں کے باوجود دینا پر پابندی رہی پھر جب ویزا ملا تو پاکستان داخل ہوتے ہی ان کی زبان بندی کی گئی، یہ صورتحال ہماری سمجھ سے بالاتر ہے مگر اتنی بات تو یقینی ہے کہ — کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں — اس لحاظ سے یہ صورتحال اور بھی بے حد افسوسناک ہے کہ حضرت کی شخصیت اس وقت نہ کوئی سیاسی شخصیت ہے، نہ نزاعی اور نہ ان کے ارشادات کا ہدف کسی خاص فرقہ کی تائید اور دوسرے فرقہ پر تنقید رہا ہے۔ ان کی تقاریر اور خطبات کا ریکارڈ اس امر کی کھلی شہادت دے گا کہ حضرت نے ہمیشہ نہایت سلجھے ہوئے سنجیدہ اور متین انداز میں کتاب و سنت کی ترجمانی کی ہے۔ ان کا محور محسوس علمی مضامین کا حکیمانہ بیان اور اصلاح امت ہی رہا، کسی سیاسی موضوع یا مذہبی فرقہ کو ہرگز نشانہ نہیں بنایا۔ پھر مسلمانان برصغیر کے نشاۃ ثانیہ میں حضرت قادی صاحب نے اپنی صوابدید کی بناء پر جو کچھ کیا وہ بھی خواب و خیال کی باتیں نہیں ہیں کہ اتنی جلد بھلائی جائیں۔ تو کیا اکابر امت اور قادی صاحب کے یہ تمام علمی مزایا اور فضائل، دینی کارنامے اور اسلامی خدمات اور بین الاقوامی حیثیت اس سادہ اور پذیرائی کی مستحق ہے؟ — کیا ”سرزمین پاک“ کے مقدرمیں یہی رہ گیا ہے کہ اس کے دروازے نام نہاد ”سیدنا“ قسم کے بزرگوں اور خود ساختہ فرقوں اور

گروہوں کے ”امیروں“ اور ”اماموں“ کیلئے تو چوپٹ کھلے ہوں عیسائی ”فادر“ اور ظلی و ہر وزی خلفاء تو ہر اعزاز و اکرام کے مستحق سمجھے جائیں ثقافتی طائفوں کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کیا جائے، اور قوم کی دولت ان پر فدا یا نہ نثار کی جائے مگر پابندی ہو تو ان لوگوں کی نقل و حرکت پر جن کے دم قدم سے آج اس سر زمین میں خطا اور اس کے رسول کا نام گونج رہا ہے۔ اور جس نام کے صدقے سے آج ہم مسند حکومت و امارت پر براجمان ہیں۔۔۔

واللہ یعلم الحق دھویسیدی السبیل۔

مکیہ الحی
۵ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

بہادِ ستمبر ۱۹۶۵ء | مقرر معاصر ماہنامہ البلاغ کراچی نے بہادِ ستمبر ۶۵ء کے بارہ میں ایک سوالنامہ کے ذریعہ اکابر ملت اور عائدین قوم کی رائے معلوم کرنی چاہی ہے۔ اس قسم کے ایک سوالنامے کا جواب ماہنامہ الحق کے سرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی طرف سے بھی دیا گیا ہے، جس میں ہم قارئین الحق کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں :-

سوال۔ بہادِ ستمبر میں فتح کے اسباب کیا تھے ؟

جواب۔ فتح کا بنیادی سبب نصرتِ خداوندی کا ظہور تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کے تمام باشندے اپنے وسائل اور ذرائع کو فتح و کامرانی کے لئے بروئے کار لائے، پوری قوم اس معاملہ میں متحد ہوئی، اہل اللہ اور عبادِ صالحین نے انتہاں اور تضرع سے علماء اور خطباء مفسقین نے جذبہ بہادِ پیدا کرنے اور ابھارنے کی کوشش سے سیاسی اور قومی رہنماؤں نے پوری کجیہتی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھنے سے تجارت اور متول حضرات نے مالی اور اقتصادی تعاون سے عامۃ المسلمین نے ایثار اور قربانیوں سے اور سب سے بڑھ کر پاکستانی افواج کے سرافروخ مجاہدین نے اپنے مومنانہ کردار، مجاہدانہ توسل، استقامت اور صبر و ثبات سے ملک کو کامرانی اور اسلام کو اقوامِ عالم میں سرخروئی سے ہمکنار کر دیا۔ اگر پاکستانی افواج کا سرخروئی آخرت اور رضا بخائی کے حصول کا جزم و یقین اور حیاتِ جاودانی کا عقیدہ نہ ہوتا تو محض اس دنیا کے لئے صرف بہترین فوجی تربیت سے یہ چیز حاصل نہ ہوتی۔